امجد رضا
لیکچرر سرائیکی گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج خانیوال

مابعد نوآبادیات اُردو، سرائیکی تناظر میں

The term postmodernism is coined for the study of British and French cultural and literary scenario of imperialism from 18th to 20th century. In the context of postcolonialism, the study of literature aims to diminish western culture and its values of Eurocentrism. In western postcolonialism, Fanom and Said are significant names and in Urdu literature, Nasir Abbas Nayyar and Gopi Chand Naring are considered important critics. In modern Saraiki poetry elements of postcolonial thoughts are present. In the poetry of Isha Loal and Riffat Abbas, the elements of resistance against oppression and hegemony, and local cultural identity are the constant subjects as this article has shown.

مابعد نو آبادیاتی کی اصطلاح ۱۸ویں تا ۲۰ویں صدی کے برطانوی و فرانسیسی مقبوضات کی ثقافتی اور ادبی صورتحال کے مطالعے کے لیے وضع ہوئی۔ مابعد نوآبادیاتی مطالعہ ثقافتی مطالعے کی ایک قسم ہے۔

> ''مابعد نوآبادیات ثقافتی تبادلے میں طاقت کے رشتوں کی اہمیت اس حد تک تسلیم کرتی ہے جس حد تک آبادکار اپنی زبان اپنی ثقافت اور طرزِ عمل کا مجموعہ مسلط کرتا ہے اور جس حد تک محکوم باشندے اس تسلط کے خلاف مزاحمت کرنے سے ہم آہنگ ہونے یا اسے زیروزبر کرنے کے قابل ہوتے ہیں''۔[۱]

مابعد نوآبادیاتی مطالعہ کے تناظر میں ادب کا مطالعہ مغربی ثقافت اور اس کی اقدار کی مرکزیت کو ختم کرتا ہے۔ افریقہ ایشیاء اور لاطینی امریکہ میں مختلف قوموں نے نو آبادیاتی نظام کے خلاف جدوجہد کی جسکی وجہ سے مطالعہ نو آبادیاتی فکر نے جنم لیا۔

مابعد نوآبادیاتی مطالعے کے حوالے سے فرانز فینن (۱۹۲۵-۱۹۶۱ء) کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی تصانیف (The wetched of the Earth) (افتادگان خاک، Beachskin, White Mask میں نو آبادیاتی چیرہ دستیوں کا پردہ چاک کیا۔

ایڈورڈ سعید (Edward Said) ۱۹۳۹-۲۰۰۳ء کی تصانیف مابعد نوآبادیاتی مطالعے کے حوالے سے اساسی

نوعیت کی ہیں ۱۹۷۸ء میں ان کی کتاب (Orientalism) ''شرق شناسی'' جس میں فلسطین کے حوالے سے ثقافت، سیاست اور موسیقی کے تناظر میں امریکہ پر دباؤ ڈالا کہ اسرائیل فلسطینیوں کو تمام انسانی حقوق فراہم کرے۔

''مابعد نوآبادیاتی مطالعات میں سعید کی خدمات بنیادی نوعیت کی اور قائدانہ کردار کی حامل ہیں مگر ایک خاص سطح پر آئیڈیالوجیکل جبر کی صورت بھی رکھتی ہے سعید اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ طاقت اور اتھارٹی کلی یک طرفہ سرایت گیر ہے اسے تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ پھیلایا جا سکتا ہے مگر یہ عمل یک طرفہ اور اُسی مفہوم میں کلی ہوتا ہے طاقت سیاست، دانش وری ثقافت اور اخلاقی تصورات میں سرایت کرنے اور پھیل جانے کی صلاحیت تو رکھتی ہے مگر اس پر آبادکار یا سعید کے لفظوں میں یورپی مستشرقین کا اجارہ کلی طور پر قائم رہتا ہے''۔۲

مغرب نے جب اپنے عسکری ثقافتی اور اقتصادی تسلط کو ناگزیر سمجھنا شروع کیا تو نوآبادیوں میں مغرب مخالف رجحان پیدا ہوا انگریزی نوآبادیات جو کہ ہندوستان میں انیسویں صدی کے آخر میں اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑ چکی تھی اپنی ثقافت کو اپنی فتح کی دلیل سمجھنے لگی۔

''ہم یورپ والے خاصے متفق ہیں کہ مغرب کی تہذیب کا نیوکلیئس تشکیل دینے والا سچائی کا خزانہ صرف برہمنی بلکہ رومن روشن خیالی (جو قدیم سلطنت نے اقوام یورپ کو منتقل کیا) سے بھی زیادہ مستحکم ہے''۔۳

اُردو زبان و ادب مابعد نوآبادیات کے مباحث انگریزی ادب سے آئے اُن کے بنیاد گزاروں میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، محمد علی صدیقی، عہد حاضر میں ناصر عباس نیئر ہیں۔ ''اُردو ادب کی تشکیل جدید نوآبادیاتی اور پس نوآبادیاتی عہد'' مابعد نوآبادیات اُردو کے تناظر میں نمائندہ تصنیف ہیں۔

مابعد نوآبادیاتی تنقید کا ایک نیا طرز ہے جو استعمار کار اور استعمار زدہ کے ثقافتی رشتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ انگریزی نوآبادیات نے برصغیر میں اپنے قیام و استحکام کی خاطر متعدد کلامیے (ڈسکورس) اور بیانیے وضع کیے اور انہیں ابلاغ عامہ اور تعلیمی و ادبی انجمنوں اور کتب کے ذریعے رائج کیا۔

''مابعد نوآبادیات اُردو کے تناظر میں ادب کے انہیں چند رویوں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کرتی ہے اسمیں زبان و ادب کے بنیادی ماخذ کو بنیاد بناتے ہوئے اس تہ نشین نظام تک رسائی کی کوشش کی ہے جو نوآبادیاتی عہد کے اُردو ادب سے متبائین و یکساں مظاہر کی توجیہہ کرتا ہے۔

''مابعدنوآبادیاتی مطالعہ نوآبادیاتی عہد کی ثقافتی صورتحال کی مختلف سطحوں کو لحاظ میں نہیں رکھتا نوآبادیاتی عہد کے ہر تاریخی رجحان اور ہر ثقافتی سرگرمی کو کھینچ تان کے استعماری مقصد ومفہوم سے جوڑا ہے اس ثقافتی منطقے پر مرکوز نہیں ہوتا جہاں آبادکار طاقت کی مختلف شکلوں سے بگاڑ استحصال کا مظاہرہ کرتا ہے اور نتیجتاً ردعمل جنم دیتا ہے تو بجائے خود استعماری مطالعے کی ایک شکل ہے۔ مابعد نوآبادیاتی مطالعہ پر ثقافت اور فکر کو استعمار کی مختلف اور عیاں زنجیروں سے رہائی دلاتا ہے''۔۴

سرائیکی ادب میں بھی نوآبادیاتی فکر کے عناصر موجود ہیں سرائیکی وسیب کے لوگوں نے برطانوی قبضے کے دوران کالونائزیشن کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ مستشرقین نے سرائیکی ادب اور یہاں کے لوگوں کو ایک خاص نقطہ نظر سے اپنی تصانیف کا حصہ بنایا ہے۔ یہاں کی تاریخ کو مسخ کیا گیا انگریزوں کے جانے کے بعد اس خطے پر سامراجی ثقافتی بالادستی کا عروج نظر آتا ہے۔

''مابعدنوآبادیاتی نقاد خاص طور تے سامراجیت دی ثقافتی بالادستی کو اپنی تنقید دا موضوع بنیندن۔ نقاد کوں لکھت وچ ڈیکھنا ہوندے جو سامراجیت دی ثقافتی بالدستی ساڈی قومی سنجان کوں کتنا تے کیویں مٹیندی پئی ہے ہک لکھاری ثقافتی بالادستی دے مقابلے وچ اپنی ثقافتی سنجان کوں کیویں بیان کیتے''۔۵

ترجمہ: مابعدنوآبادیاتی نقاد خاص طور پر سامراجیت کی ثقافتی بالادستی کو اپنی تنقید کا موضوع بناتا ہے نقاد کو تخلیق میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ سامراجی ثقافت کی بالادستی نے ہماری قومی شناخت کو کس طرح مٹا رہی ہے ایک تخلیق کار ثقافت بالادستی کے مقابلے میں اپنی ثقافتی شناخت کو کیسے بیان کرتا ہے۔

جدید سرائیکی شاعری میں جبر اور قبضہ کے خلاف مزاحمت کے عناصر موجود ہیں اور مابعدنوآبادیاتی دور میں قومی ثقافتی پہچان کا مسئلہ اہم ہے۔ سرائیکی شاعری میں قومی اور ثقافت شناخت مستقل موضوع ہے۔ جدید سرائیکی شعرا میں اشولال کی شاعری میں سرائیکی ثقافت کا گہرا شعور جھلکتا ہے انہیں سرائیکی وسیب کے لوگوں کی نفسیات پر عبور حاصل ہے۔ اشولال نے اپنی شاعری میں فارسی جمالیات کی بجائے سرائیکی وسیب کی جمالیات کو اجاگر کیا۔ حسن کا تصور ثقافتی اور نسلی ہوتا ہے جس کا ادراک اشولال باخوبی رکھتے ہیں اس لیے اُن کی شاعری میں سرائیکی وسیب کی ثقافتی اور فطری جمالیات اپنے عروج پر ہے۔

''اوندی شاعری وچ جبر دے خلاف مزاحمت تے قومی شعور (کتاب چھیڑو ہتھ نہ مرلی) بھرپور

ملدے۔ جدید مغربی ٹیکنالوجی دے بے دریغ استعمال۔ انڈسٹریلزم نال دریا ویں دی آلودگی دی مخالفت تے شہری آبادیں دے بے تحاشا پھیلاؤ نال فطرت کوں مسخ کرن دے خلاف مزاحمت (کتاب سندھ ساگر نال ہمیشاں پہلا درشن) اشولال دی شاعری کوں مابعد نوآبادیاتی دور دا ترجمان بناڈ یندی ہے)''۔٦

ترجمہ: ''اس کی شاعری میں جبر کے خلاف مزاحمت اور قومی شعور کتاب چھیڑوُ ہتھ نہ مرلی میں بھرپور اظہار ہے جدید مغربی ٹیکنالوجی کا بے دریغ استعمال صنعتوں کی وجہ سے دریائی آلودگی شہروں کے پھیلاؤ کی بدولت فطرت کی تباہی کے خلاف مزاحمت کتاب سندھ ساگر نال ہمیشاں پہلا درشن اشولال دی شاعری کوں مابعدنوآبادیاتی زمانہ کا ترجمان بنا دیتی ہے''۔

رفعت عباس کی شاعری بھی مابعد نو آبادیاتی دور کی شاعری ہے۔ ''پڑچھیاں اُتے پھل'' سرائیکی ثقافت (دریائے چناب) کی ثقافت کوتخلیقی انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ ''پروبھرے ہک شہروچوں'' سرائیکی آزادشاعری میں خوبصورت اضافہ ہے جو مابعدنوآبادیاتی دور کا عکاس ہے اسمیں ریاستی اور سیاسی جبر کے خلاف مزاحمت باہر سے آنے والے حملہ آوروں اور سامراجی ثقافتی یلغار سے انکار اور اپنی ثقافتی شناخت کو اجاگر کرنے موضوعات انہیں مابعد نو آبادیاتی شعور کا شاعر شناخت کراتے ہیں۔

> ''پرچھیاں اتے پھل سے پروبھرے ہک شہرا چوں تک کے مطالعے میں ہم نے ایک ایسے شاعر کو دریافت کیا ہے جس نے اس خطے کی عمومی سوچ انداز، گفتگو اور پیرایہ اظہار کو بدل کر رکھ دیا ہے اپنے ورثے تاریخ وتمدن کے حوالے سے مفتوح ومحصورعوام کا فاتح و جابر قوموں سے منطقی ڈائیلاگ۔مشترکہ یاداشت اوراجتماعی خودکلامی کی بنیاد پرنوآبادیاتی خطوں کا استعماری قوتوں سے طرزتخاطب۔صدیوں کی نوآبادیت محرومی اورتنہائی کے تسلسل نے ہمیں جودکھ دیا سود یالیکن استعماریت کے اس عذاب کی کوکھ سے ایک نئی آگہی نے بھی جنم لیا ہے یہ مکالمہ یہ آگہی یہی دریافت ہے رفعت کی یہی اسکا شعری اثاثہ ہے''۔٧

استعماری ریاست اپنے ضابطوں اور اداروں کی آڑ میں مقامی آدمی کو مقامی کے خلاف بھرتی کرتی اور مقامی لوگوں کے مذہب کواُن کے خلاف مورچہ بناتی ہے۔ایسے میں تل وطنیوں کی زبان، اساطیر،لوک تاریخ اوراُن کا تصوف

آخری ڈھارس ہے۔"مہابھارت" کی لغت میں مقامیت دشمن کی سانپ پیش قدمی کے مقابل مور پیش قدمی ہے کہ مور ہی سانپ کا توڑ ہے۔ تاجر اور سوداگر کا سرمایہ اور ہے۔ مقامیت کا سونا حاملہ گائے اور چاندی حاملہ بھیڑ کے پیٹ میں دھکتی زندگی ہے۔مقامی اس کرہ ارض کا نگہبان ہے۔

> "استعماریت کی تمام لغات اور انسائیکلوپیڈیاز سے آگے مقامی ہر خطے میں اپنے سماجی اور سیاسی تسلسل میں اُبھرتا ہے۔ انڈس کو یونانیوں نے "انڈو" کہا۔ اسی سے انڈیجینس (Indigenous) بنا یعنی انڈس کے پیدائشی۔ پھر یہ اصطلاح پورے کرۂ ارض کے لئے استعمال ہوئی۔ لاطینی اصطلاح "ایبورجینز (Aborigines) بھی کم و بیش اسی لغت میں برتی گئی۔ مقامی پودے، پرندے، جانور یا لوگ یا کسی خاص خطے کے پیدائشی، بعدازاں یہ اصطلاح آسٹریلیا کے مقامی باشندوں کے لئے استعمال ہوئی۔ یہ داس، راکھشس، بلیک، نیگرڈز، انڈینز، ریڈانڈینز، انڈیجینیس، ایبورجینز انہی مہم جوؤں کے دیئے ہوئے نام ہیں"۔۸

آریاؤں نے مقامی لوگوں کی تحقیر کی اور کرہ ارض پر لکھی جانے والی اس اولین کتاب کے مندرجات میں سندھ وادی کے اصل رہائشی کو ہزاروں سالوں کی تنہائی میں مبتلا کر دیا۔"سنگت وید............"، "رگ وید" میں مقامی آدمی کو دی گئی گالی کا جواب ہے۔"رگ وید" حکمت مناجات ہے۔جس میں آریا نے اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کی عظمت بیان کی۔ اندر، سوریا، سوما، وایو، پرجنیا،عظیم دیوتا ہیں جن کی بگھیاں آسمان میں دوڑتی ہیں اور وہ دھرتی واسوں کی تقدیر پر اثرانداز ہیں۔ اسی طرح اوشا، رتڑی اور سات دریاؤں کی دیویاں ہیں جو زمین زادوں کا مقدر بدلنے نکلی ہیں۔ یہ آج سے ہزاروں سال پہلے کی فضاء ہے جب آسمان پر دیوتاؤں اور دیویوں کا راج ہے۔ یہ دراصل سندھ وادی پر آریائی حملے اور قبضے کا ابتدائی بیانیہ ہے۔مقامی بندے کا پسندیدہ مشروب "سوم رس" اس سے چھن کر دیوتاؤں خاص طور پر اندر کا آسمانی مشروب بن چکا ہے۔"سوم رس" کا حصول زمین زاد کے لئے جرم بن گیا ہے۔"سنگت وید" دوستی کی حکمت ہے۔جس میں یہ فضاء بدل جاتی ہے۔ اب اِندر اور سوریہ مہاراج کی بگھی کے پہیے ٹوٹ چکے ہیں۔"سوم رس" ان کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔مقامی باشندوں کی رسائی سوم رس اور اس کو کشید کرنے کے آلات تک ہے۔ ہزاروں سالوں کی بربادی اور رسوائی کے بعد زمین زاد کا منتر کارگر ہے۔"سنگت وید" اسی گالی کا جواب ہے جو"رگ وید" میں سندھ وادی کے لوگوں کو دی گئی۔ انہیں داس، راکھشس اور ماس کھانے والے کہہ کر دھتکارا گیا۔ دراصل وہ داس اور راکھشس ہم مقامی لوگ تھے جنہوں نے آریائی گھوڑوں کے مقابل اپنے شہروں اور بستیوں

کا دفاع کیا لیکن بدقسمتی سے ہم راکھشس کی گالی ایک دوسرے کو دینے لگے۔ جی میں بتانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے اجداد کو راکھشس کہا۔ ’’سنگت وید‘‘ میں یہی راکھشس نئے سرے سے اپنا جہان دریافت کرتا ہے۔ رفعت عباس کی شاعری میں کسبیاں، ہیجڑے، مسخرے، کارٹون بہت زیادہ عزت کے حامل کردار بن کر ابھرتے ہیں۔ اس خطے میں حاکم ایک عوام دشمن کردار ہے۔ وہ ہمارا نمائندہ نہیں ہے جبکہ مسخرہ ایک دوست کردار ہے اور وہ ہماری حس مزاح کی نمائندگی کرتا ہے۔ حاکم اور نظام کے خلاف اس کا طنز ہماری طاقت ہے۔

’’میری شاعری میں کسبی ہمیشہ شہر کی تقدیر کو سمجھنے میں معاون ہے۔ یہ شہر کی قدامت اور حملہ آوری دونوں کی گواہ ہے۔ مُہر اں نے اس رات بھی جب تغلق کا بلیک آؤٹ اپنے عروج پر تھا محبوب کے لئے منڈیر پہ چراغ جلایا اور ملتان کی سینہ در سینہ روایت کا حصہ بن گئی۔ یونہی ہیجڑوں کے لئے بھی ہم شہر میں خوبصورت گھر اور احترام دیکھنا چاہتے۔ ان کے پاس پیدائش کے گیت ہیں۔ یہ جنم کی بدھائی بجاتے ہیں۔ یہ شہروں کی بدھائی بجاتے ہیں۔ یہ ہیشگی کی بدھائی بجاتے ہیں۔ کارٹون بھی میری شاعری کا اہم حصہ ہیں۔ یہ ہماری سکت اور تسلسل کا جدید استعارہ ہیں۔ میرے خیال میں مقامی لوگوں کے لئے کارٹون سب سے مؤثر استعارہ ہے۔ اسے ہاتھی کے پاؤں تلے مسلیں یا کسی ٹینک کے نیچے روندیں۔ یہ اپنے آپ کو سمیٹ کر پھر جی اٹھتا ہے۔ ’’بھوندی بھوئیں تے‘‘ کی پہلی نظم یہی کارٹون ہے۔ اس حوالے سے یہی کہوں گا کہ مسخرے، کسبیاں، ہیجڑے اور جدید لغت میں کارٹون ہمارے اپنے لوگ ہیں۔ مقامیت کی تقدیر سے جڑے کردار‘‘۔۹

ان دور افتادہ شہروں کے مکاشفے میں رام کے مقابلے میں راون کو سورما قرار دیتے ہیں۔ سیتا کے تمامتر احترام کے باوجود رام حملہ آور ہے اور راون نے لنکا کے ساحل پر اپنا دفاع کیا۔ یہ دراصل آریاؤں اور برصغیر کے مقامی لوگوں کا رزمیہ ہے یا کہیے کہ شمال اور جنوب کا تصادم۔ رامائن میں رام ہیرو ہے اور راون ولن کے طور پر ابھرتا ہے جبکہ ہندوستان کے جنوبی باشندے راون کو اپنا ہیرو قرار دیتے ہیں اور رام کو حملہ آور۔

’’میں نے اسے جدید سرائیکی وژن یہی ہے کہ حملہ آوروں نے مقامی بندے کو داس اور راکشس اور دیو قرار دیا ہے۔ رامائن بھی شمال اور جنوب کی اس کشمکش کا حصہ ہے اور اس قضیے میں ہم جنوب کے ساتھ ہیں۔ ہنومان نے لنکا میں جو آگ لگائی وہ تو قدیمی بارشوں نے بجھا دی لیکن ہنومان کی دُم آج تک جلتی ہے۔

کہیں رامائن کہیں رام لیلا وچ

ساریاں گالہیں اونویں کینھی

جینویں اساں راکھسیں اپنے ساحلیں اُتے

بوتھیاں رنگ تے کیتن

لنکا کوں جو بھا لگی ہے

ہنومان دی پچھ ہے اج تیئں سڑدی پئی ہے

(کسی رامائن یا رام لیلا میں، ساری باتیں ویسے نہیں ہیں، جیسی ہم راکھشسوں نے اپنے ساحلوں پر منہ اپنا رنگوا کر کیں، لنکا کو جو آگ لگی ہے، ہنومان کی دُم ہے آج تک جلتی)''۔۱۰

دور افتادہ شہر سے (پرو بھرے ہک شہر اچوں) استعمار زدہ شہروں کے بعد اور قرب کا رزمیہ ہے جو آخر میں ایک مکاشفے میں ڈھل جاتا ہے۔ دنیا کے وہ شہر جو کسی معاشی، اقتصادی اور مذہبی بالادستی کا شکار ہو کر دور افتادگی میں چلے گئے۔ان شہروں کا اساطیری عمل رک گیا۔ان کے خواب الجھ گئے۔ سیاسی سطح پر محکوم ہو گئے۔ان کے تجارتی روٹ بدل گئے۔فطری عمل کے دوران دریا خشک ہو گئے یا راستہ بدل گئے۔ یہ ان کے نئے سرے سے کتھا ہے۔ یہ ایک سادہ طرز کی کتھا نہیں ہے بلکہ اس دور افتادگی کو توڑ کر ان شہروں کے نئے کردار کا تعین بھی ساتھ چلتا ہے۔

مابعد نو آبادیاتی عہد میں اُردو سرائیکی تخلیق کار اور ناقدین اپنی تہذیبی بازیافت کے ساتھ ایک نئے مکالمے کو تشکیل دے رہے ہیں جو اس خطے کی عمومی رواداری امن و محبت سے پھوٹنے والا یہ مکالمہ کسی تہذیبی ٹکراؤ نفرت اور انتقام سے ماورا نو آبادیت مسلط کرنے والی طاقتوں کو بے نقاب کرتے ہوئے تہذیبوں کے ٹکراؤ کی بجائے تہذیبوں کی بقاء پر زور دیتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی دور میں تخلیق کار اور نقاد اپنی مشترک ثقافت کی بنا پر ایک دوسرے کے ہمسفر ہیں مابعد نو آبادیاتی تنقید ایک ریڈیکل تصور ہے جس کے مطابق تنقید بھی ادب کی طرح ثقافتی پریکٹس ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نیئر، ناصر عباس، مابعد نو آبادیات اُردو کے تناظر میں، کراچی، اوکسفرڈ پریس ۲۰۱۳ء، ص ۸

۲۔ ایضاً، ص ۲۰

۳۔ ایڈورڈ سعید، ثقافت اور سامراج، مترجم یاسر جواد، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء، ص۱٦۴

۴۔ نیئر، ناصر عباس، مابعد نوآبادیات اُردو کے تناظر میں، کراچی، اوکسفرڈ پریس ۲۰۱۳ء، ص ۲٦

۵۔ اسلم رسولپوری، سرائیکی تنقید تے مابعد نوآبادیاتی نظریہ، رسولپور، سرائیکی پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء، ص٦۰

٦۔ ایضاً، ص٦٦

۷۔ حفیظ خان، رفعت عباس کی سرائیکی شاعری، نوآبادیاتی خطوں کا نیا مکالمہ، ملتان، ملتان انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ، ۲۰۱۴ء، ص۳۱۹

۸۔ رفعت عباس، مقامی آدمی کا موقف، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۷

۹۔ ایضاً، ص۳۴

۱۰۔ رفعت عباس، دور افتادہ شہر سے، مترجم: منور آکاش، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ٦۵